تذکرہ نگاری۔ اُردو اَدبی تاریخ کی ایک کڑی

ڈاکٹر گلشن طارق

Dr. Gulshan Tariq

Dean Faculty of Languages,

Lahore Garrison University, Lahore

Abstract:

Tazkirah Nigari (Biography of Poets) is an old tradition in Persian and Urdu literature. "Tazkirah" is a development of "Biaaz" meaning "White Page". It is referred to the notebook which the poets kept to record their poetry. Many literary persons who had a taste for poetry also kept a notebook in which they noted down their favourite verses. After some time they started to include the life of the poets and also comments on / about their poetry. These notebooks were called "Tazkirah" i.e. Biographies of the poets along with their verses. In this article has reviewed the history of Tazkirah Nigari in Urdu.

اردو میں تذکرہ نگاری کا آغاز فارسی کے زیر اثر ہوا۔ تذکرہ نگاری کے باقاعدہ آغاز سے قبل بیاض لکھنے کا رواج تھا۔ اس زمانے کا دستور تھا کہ لوگ اپنی اپنی پسند کے اشعار کا انتخاب کرتے اور ان سے لطف اندوز ہوتے۔ یہ انتخاب ان کا ذاتی انتخاب ہوتا۔ رفتہ رفتہ بیاض میں اپنی پسند کے اشعار کے ساتھ ساتھ شاعر کا نام اور تخلص بھی شامل ہوتے گئے۔ پھر ان ناموں کے ساتھ شعرا کے مختصر حالات زندگی اور کلام پر سرسری تبصرے کا اضافہ ہوا تو اس کا نام تذکرہ ہو گیا۔ چونکہ تذکرہ نگاری کا آغاز فارسی کے زیر اثر ہوا تھا اس لیے ابتدائی تذکرے فارسی میں ہی لکھے گئے۔ اور جب اردو تذکرہ نویسی کا رواج ہوا تو تذکرہ لکھتے وقت فارسی تذکروں کی ہی پیروی کی گئی۔

اردو میں تذکرہ نگاری کا آغاز اٹھارویں صدی میں ہوا اور اس نے عربی اور فارسی کی پیروی کرتے ہوئے ابتدائی منزلیں طے کیں۔ ان تذکروں میں جو واقعات بیان کیے جاتے ان کی صداقت کے بارے میں زیادہ چھان بین نہ کی جاتی۔ تاریخی اعتبار سے ان واقعات کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ ان قدیم تذکروں میں کئی طرح کی خامیاں رہیں مگر تحقیقی اعتبار سے ان کی بے حد اہمیت ہے۔ کیونکہ ان تذکروں

کے باعث متذکرہ عہد کی زندگی اور طرز معاشرت کا پتہ چلتا ہے۔ ان تذکروں کی بدولت محققین کو بہت سارا مواد دستیاب ہوا۔ ڈاکٹر گیان چند ''اردو کی ادبی تاریخیں'' میں رقم طراز ہیں:

> ''اردو شعرا کے حالات لکھنے کی روایت تین منزلوں میں استوار ہوئی ہے۔ پہلی منزل بیاض کی تھی جس میں صاحب بیاض اپنے پسندیدہ اشعار درج کر لیتا تھا۔ دوسری منزل تذکرے کی ہے جس میں اشعار کے ساتھ ان کے مصنفوں کے حالات بھی لکھ دیے جاتے تھے اور انھیں تخلصوں کی ہجائی ترتیب سے درج کیا جاتا تھا۔ تیسری منزل تاریخ ادب کی ہے جس میں شعرا کو تاریخی ترتیب سے درج کیا گیا، ادوار قائم کیے گئے اور ہر دور کی خصوصیات دریافت کی گئیں۔'' (١)

قدیم تذکروں کا مطالعہ کرنے سے ان میں پائی جانے والی دو بڑی خامیاں سامنے آئیں۔ ایک تو یہ کہ ان میں شعرا کے حالات کی طرف کم توجہ کی اور دوسری یہ کہ بیان کردہ واقعات کی تصدیق کی طرف خصوصی توجہ نہیں کی۔ لیکن اس کے باوجود ان تذکروں کی بدولت ان کے شعرا کے عہد کے واقعات پر بھی روشنی پڑتی ہے جس سے اس عہد کے سیاسی، معاشی و معاشرتی ماحول سے کسی حد تک قاری کی آشنائی ہوتی ہے۔ تحقیق کے نقطہ نظر سے ہو سکتا ہے کہ ان تذکروں کی کوئی خاص اہمیت نہ ہو لیکن ان سے محققین کو بہت کچھ مواد ملا ہے۔ قدیم تذکرہ نویسوں کے بارے میں ڈاکٹر احسن فاروقی ''اردو تنقید'' میں لکھتے ہیں:

> ''نہ اس کو اس بات میں غرض تھی کہ کسی فرد کی زندگی کے نمایاں واقعات ہی لکھ دیے جائیں، نہ اس کو اس کی ضرورت محسوس ہوتی کہ کسی فرد کی شخصیت نمایاں کر دی جائے، نہ اس پر یہ لازم تھا کہ کسی فرد کے خاص کارناموں کا ذکر کیا جائے۔'' (٢)

آج ہمارے پاس شمالی ہند یا دکن کے شعرا کے بارے میں جو معلومات ہیں وہ ان تذکروں کی ہی بدولت ہیں۔ ان تذکروں کی اہمیت تاریخی ہے، ان تذکروں کی بدولت اردو زبان و ادب کی تاریخ کو تاریخی مواد حاصل ہوا۔ معاشرے کا رہن سہن، سیاسی و سماجی صورت حال اور اخلاقی قدروں کا پتہ چلا۔ ان قدیم تذکروں کی بدولت ہی شاعری میں عہد بہ عہد تبدیلیوں کا پتہ چلا ہے۔ ہر تذکرے میں کوئی نہ کوئی خوبی موجود ہے، ان تذکروں کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، پرانے تذکروں میں شاعروں کی سوانح اور ان کے کلام کے بارے میں مختصراً تنقید بھی ہوتی تھی، نئے تذکروں میں بھی تنقید کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی گئی۔ اردو شعرا کے تذکروں میں کئی خامیاں پائی جاتی ہیں، ان تذکروں میں شعرا کے حالات زندگی بہت کم بیان کیے گئے ہیں اور ان کی شاعری کی ارتقائی منازل کا بیان بھی کم ہے۔ تذکروں کا تذکرہ نمبر رسالہ ''نگار'' میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری رقم طراز ہیں:

> ''بیاض میں جب اشعار کے ساتھ صاحبان اشعار کے نام اور تخلص شامل ہو گئے

تو اس کا نام تذکرہ ہو گیا۔ بعدازاں نام و تخلص میں خاص ترتیب پیدا کر دی گئی۔ مختصر حالات زندگی کے ساتھ کلام پر تبصرے کا اضافہ ہوا اور تذکرہ بیاض سے آگے بڑھ کر نیم تاریخی، نیم سوانحی اور نیم تنقیدی فضا میں داخل ہو گیا۔ وقت اور ماحول کی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ تذکروں پر ادبی تاریخ اور تنقید و سوانح کا رنگ گہرا ہوتا گیا۔ تین رنگوں کا یہی آمیزہ جسے حقیقی معنوں میں نہ ادبی تاریخ کہہ سکتے ہیں نہ تنقید نگاری و سوانح نگاری۔ تذکرے کا فن قرار پایا اور شعرا کے مختصر حالات، کلام پر سرسری تبصرہ اور انتخاب اشعار کو اس کے عناصر ترکیبی میں شمار کیا گیا۔'' (٣)

ڈاکٹر سید عبداللہ نے ''شعرائے اردو کے تذکرے اور تذکرہ نگاری کا فن'' میں تذکروں کو سات قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ یہ تقسیم بے حد اہم ہے۔ اس سے تذکرہ نگاری کے ارتقائی سفر کا پتہ چلتا ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں:

''اول: وہ تذکرے جن میں صرف اعلیٰ شاعروں کے مستند حالات جمع کیے گئے ہیں۔

دوم: وہ تذکرے جن میں تمام قابل ذکر شعرا کو جگہ دی گئی ہے۔

سوم: وہ تذکرے جن کا مقصد تمام شعرا کے کلام کا عمدہ اور مفصل ترین انتخاب پیش کرنا ہے۔

چہارم: وہ تذکرے جن میں اردو شاعری کو مختلف طبقات میں تقسیم کیا گیا ہے۔

پنجم: وہ تذکرے جو شاعری کے ایک مخصوص دور سے بحث کرتے ہیں۔

ششم: وہ تذکرے جو کسی وطنی یا ادبی گروہ کے نمائندے ہیں۔

ہفتم: وہ تذکرے جن کا مقصد تنقید سخن اور اصلاح سخن ہے۔'' (٤)

٥١-١٧٥٠ء میں میر تقی میر نے اردو شعرا کا تذکرہ لکھا۔ اس تذکرہ کو تذکروں کی دنیا میں اولیت حاصل ہے۔ اس تذکرہ کو ''نکات شعرا'' کا نام دیا گیا ہے۔ اردو میں تذکرہ نویسی کا آغاز فارسی زبان وادب کی وجہ سے ہوا اس لیے یہ تذکرے لکھتے وقت فارسی تذکرہ نویسوں کی ہی پیروی کی گئی۔ میرؔ کا تذکرہ اس لحاظ سے کافی اہمیت کا حامل ہے کہ انھوں نے شاعروں کے حالات زندگی اس طرح پیش کیے کہ ان کی تصویر آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے۔ میرؔ کے تذکرے کے بعد اسی زمانے میں حمید اورنگ آبادی نے ''گلشن گفتار'' کے نام سے اردو شعرا کا ایک تذکرہ لکھا۔ ان کے ساتھ ساتھ افضل بیگ قاقشال نے ''تحفۃ الشعرا'' کے عنوان سے ایک تذکرہ لکھا۔ ١٨٨٠ء سے پہلے کئی تذکرے لکھے گئے۔ میر کے بعد کئی ایک تذکرے لکھے گئے۔ لالہ سری رام کا ''خمخانہ جاوید'' تذکری نویسی میں آخری تذکرہ ہے۔

ان تذکروں میں میر حسن کا تذکرہ ''شعرائے اردو''، قدرت اللہ قاسم کا ''مجموعہ نغز''، نواب مصطفیٰ خان شیفتہ کا تذکرہ ''گلشن بے خار'' اور کریم الدین کا ''طبقات الشعرا'' کی کافی اہمیت ہے۔ ان تذکروں میں شاعروں کے حالات زندگی اور ان کے کلام پر مختصر تبصرہ اور ان کے کلام سے انتخاب پیش کیا گیا ہے یہ تذکرے اگر تنقید کے نقطہ نظر سے دیکھے جائیں تو معیاری نہیں ہیں مگر ان کی تاریخی اہمیت ہے۔ ان تذکروں کی بدولت اس عہد کے ادبی حالات سے واقفیت ہوتی ہے۔

آج تک کوئی بھی ایسا تذکرہ یا ادبی تاریخ نہیں لکھی گئی جس میں کسی شاعر یا پھر کسی ادیب کے مکمل کوائف یا ان کے متعلق تفصیلات کسی ایک ہی جگہ پر دستیاب ہوں۔ تذکرہ نگار کے پیش نظر ایک تو اپنی پسند ہوتی اور دوسرا وہ کبھی شاعر کو مکمل طور پر پیش نہیں کرتے تھے۔ ان کے نزدیک شاعر کے کلام کا انتخاب ہی اصل بات ہوتی تھی۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی ''اردو تنقید کا ارتقا'' میں لکھتے ہیں:

> ''یہ تذکرہ نویس کسی شاعر پر مکمل تنقیدی مضمون نہیں لکھتے تھے کہ جس کی وجہ سے پس منظر اجاگر ہو جاتا کہ اس کی حیثیت تاریخی سے ادبی ہو جاتی، ان کا مقصد تو صرف اپنے تنقیدی نقطہ نظر کے سہارے اس کے بہترین اشعار کا انتخاب پیش کرنا ہوتا تھا۔ اس لیے اگر انھوں نے شاعر کی زندگی، شخصیت اور اس کے ماحول کی جھلک بھی دکھا دی تو یہ بھی بڑا کام ہوا۔'' (۵)

کچھ تنقید نگاروں نے تذکرہ نویسوں کے بارے میں یہ رائے دی کہ ان کو تنقیدی شعور نہیں تھا۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری تنقید نگاروں کی اس رائے سے متفق نہیں ہیں۔ ان کے مطابق اس امر سے انکار ممکن نہیں کہ اردو میں ادبی تنقید کی داغ بیل تذکرہ نگاروں کے ہاتھوں پڑی۔ (٦) کلیم الدین احمد کے مطابق قدیم تذکرہ نگار تنقید کی ماہیت اور اس کے مقاصد اور اس کے صحیح اسلوب سے بھی واقفیت نہ رکھتے تھے جیسے اردو شاعروں کو شاعری کی ماہیت اور نظم کے صحیح مفہوم سے واقفیت نہ تھی۔ ان تذکروں کی اہمیت تاریخی ہے، ان کی دنیائے تنقید میں کوئی اہمیت نہیں۔ (۷) کلیم الدین احمد کی اس رائے سے اختلاف کرتے ہوئے ڈاکٹر عبادت بریلوی لکھتے ہیں کہ یہ صحیح ہے کہ تذکرہ نویسوں نے تنقید کی ماہیت اور اس کے مقصد سے تذکروں میں بحث نہیں کی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کا یہ میدان ہی نہیں تھا لیکن انہوں نے کلام پر جو رائے دی ہے اس سے پتہ ضرور چلتا ہے کہ یہ تنقید کے مفہوم سے واقف تھے اور اس کا شعور بھی رکھتے تھے۔ (۸)

ادبی تاریخ نگاری کی ابتدا ہی تذکرہ نگاری سے ہوئی ہے۔ اس کا دائرہ کار بے حد وسیع ہے۔ ادبی تاریخ لکھنے والا شاعر اور مصنف کے زمانے کے سیاسی، سماجی، معاشی اور معاشرتی حالات کو بھی پیش نظر رکھتا ہے۔ پھر ادبی تاریخ نگار کو تخلیق کردہ کے حالات پر منطبق کر کے دیکھتا ہے کہ کن وجوہات کی بنا پر وہ حالات اس کے تخلیق کردہ ادب پر اثر انداز ہوئے۔ ادبی تاریخ کے بارے میں ڈاکٹر جمیل جالبی

''تاریخ ادب اردو'' کی جلد اوّل کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

''ادب کی تاریخ ایک ایسی اکائی ہے جسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے نہیں دیکھا جا سکتا، خود جدید ادب کو سمجھنے کے لیے قدیم ادب کا سمجھنا ضروری ہے۔ ادب کی تاریخ وہ آئینہ ہے جس میں ہم زبان اور اس زبان کے بولنے اور لکھنے والوں کی اجتماعی و تہذیبی روح کا عکس دیکھ سکتے ہیں۔ ادب میں سارے فکری، تہذیبی، سیاسی، معاشرتی اور لسانی عوامل ایک دوسرے میں پیوست ہو کر ایک وحدت، ایک اکائی بناتے ہیں اور تاریخ ادب ان سارے اثرات، روایات، محرکات اور خیالات و رجحانات کا آئینہ ہوتی ہے۔''(۹)

ادبی تاریخ کے بارے میں ڈاکٹر گیان چند کا کہنا ہے کہ ادبی تاریخ ایک طرف تاریخ ہے دوسری طرف ادب، یہ سوانح نگاری اور تنقید کے امتزاج سے بنی ہے، لیکن اسے تحریک ملی سیاسی تاریخ سے جس کی مماثلت پر اس نے سوانحات کو ترتیب دیا۔ بعد میں ادبی اصناف کی شعریات کا بھی اضافہ کیا۔(۱۰)

ایک ادبی مورخ کے لیے ضروری ہے کہ اس کا رویہ محققانہ ہو اور اس کی شخصیت بھی رنگا رنگ ہو۔ کسی ملک و قوم کے ادب میں اس ملک و قوم کے جذبات و تاثرات، خیالات اور ذہنی رجحانات واضح ہوتے ہیں۔ ماضی اور حال میں تخلیق ہونے والے ادب کو اکٹھا کیا جاتا ہے اور پھر اسے ادیب و مورخ ترتیب سے ادبی تاریخ کی صورت میں پیش کر دیتا ہے۔ ادبی تاریخ لکھنے والے کا تحقیقی شعور کافی بلند ہونا چاہیے ورنہ کسی بھی فن پارے کا جائزہ لینے کے بعد وہ صحیح نتائج حاصل نہ کر سکے گا۔

تذکرہ نگاری کا پہلا دور ''آب حیات'' سے پہلے تک کا ہے۔ محمد حسین آزاد نے ۱۸۸۰ء میں ''آب حیات'' کے نام سے شعرا کا تذکرہ لکھا: ''آب حیات'' مصنف کے زور قلم کا نتیجہ ہے جو قدیم تذکرہ نگاری اور ادبی تاریخ کے درمیان ایک پل کی حیثیت رکھتی ہے۔ ''آب حیات'' نے چھپتے ہی چاروں طرف دھوم مچا دی۔ انیس ناگی اپنے ایک مضمون ''شہرت عام اور بقائے دوام'' میں لکھتے ہیں:

''آب حیات تاریخی اور انفرادی اعتبار سے ایک اہم دستاویز ہے۔ آب حیات قدیم تذکرہ نگاری اور جدید ادبی تاریخ نویسی کے درمیان ایک سنگم کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں کچھ خصوصیات تذکرہ نویسی کی ہیں اور کچھ ادبی تاریخ کی۔ مجموعی اعتبار سے اسے اردو شاعری کی پہلی ادبی تاریخ کہا جا سکتا ہے۔''(۱۱)

''آب حیات'' ایک عہد آفریں کتاب ہے۔ اس کتاب کی تعریف کرتے ہوئے ڈاکٹر احسن فاروقی لکھتے ہیں کہ چند مخصوص صفات میں ''آب حیات'' تذکروں سے آگے بڑھ کر تاریخ ادب کے دائرے میں آتی ہوئی ضرور معلوم ہوتی ہے۔ اس میں کچھ باتیں ایسی ضرور ہیں جو عام تذکروں میں نہیں

ملتیں جو اور تاریخوں کا طرہ امتیاز ہے۔ ان میں سب سے نمایاں اور اہم صفت اس کی ساخت ہے۔ یہ تاریخوں کے طریقہ پر لکھی گئی ہے۔ اس میں ادوار قائم کیے گئے ہیں اور ان کے ماتحت شاعروں کا ذکر کیا گیا ہے۔(۱۲)

''آب حیات'' سے تذکرہ نگاری کا ایک انداز شروع ہوا۔ اس کے مصنف نے تحقیق کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی بلکہ اپنے تخیل کے زور پر فرضی باتیں کتاب میں شامل کر دیں۔ ''آب حیات'' میں آزاد کا انداز ڈرامائی ہے۔ واقعات خود ساختہ ہیں۔ انہوں نے لطیفوں اور چٹکلوں سے ''آب حیات'' کو چٹ پٹا بنا دیا۔ اس کی تیاری میں مصنف نے قدیم تذکروں کو پیش نظر رکھا مگر بوقت ضرورت ان کا حوالہ نہ دیا۔ ''آب حیات'' کے بیانات میں تضاد پایا جاتا ہے۔ اس کے باوجود اگر اس کا مجموعی طور پر جائزہ لیا جائے تو ادبی تاریخ کے حوالے سے اس کا اونچا مقام ہے۔ میر قدرت اللہ قاسم کے تذکرے ''مجموعہ نغز'' کو ''آب حیات'' کا ماخذ قرار دیا گیا ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر انور سدید ''اردو ادب کی مختصر تاریخ''، میں رقم طراز ہیں:

> ''قدرت اللہ قاسم نے ''مجموعہ نغز'' میں شعرا کے بے تحقیق حالات کے علاوہ بعض غیر مصدقہ واقعات کو بھی شامل کر دیا اور یہ واقعات بعد میں مرتب ہونے والے تذکروں میں بھی نقل کر لیے گئے، چنانچہ غلطیوں کا سلسلہ بھی چل نکلا۔ اس کی سب سے بڑی مثال محمد حسین آزاد ہیں، جنھوں نے ''آب حیات'' میں اقوال اور آراء کے علاوہ بہت سے ہنگامہ خیز مباحث بھی ''مجموعہ نغز'' سے بلا حوالہ اقتباس کیے اور انھیں اپنے سحر نگار قلم سے اس طرح لکھا کہ کذب کو صداقت کا درجہ حاصل ہو گیا۔''(۱۳)

عابد علی عابد ''آب حیات'' کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ دراصل آب حیات اردو ادبیات کے مطالعے کی لوح طلسمی ہے جسے فتاح طلسم حاصل کر کے آگے بڑھتا ہے اور اس کے لیے اردو ادب کے تمام اسرار و رموز کے ابواب وا ہو جاتے ہیں۔ یہی آزاد کا کمال ہے اور یہی اس کتاب کی تصنیف کا جواز۔(۱۴)

جس زمانے میں ''آب حیات''، تخلیق کی گئی اس کے فوراً بعد مولوی عبدالحئی نے ''گل رعنا'' کے نام سے ادبی تاریخ لکھی۔ انھوں نے کافی حد تک ''آب حیات'' سے استفادہ کیا اور اس کی تعریف و توصیف بھی کی لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس پر کئی اعتراضات بھی کیے۔ ڈاکٹر گیان چند ''گل رعنا'' کی تالیف کے متعلق لکھتے ہیں کہ عبدالحئی نے دیباچے میں اعتراف کیا ہے کہ انھوں نے اپنے پسندیدہ اشعار کی ایک بیاض بنائی تھی۔ اس بیاض کو بھول گئے تھے۔ ایک عرصے کے بعد بیمار ہوئے تو ہلکی پھلکی کتابوں کے مطالعے تک محدود رہنا پڑا۔ کتابوں کے بیچ اوراق نسیاں میں سے وہ بیاض بھی نکل آئی۔ سوچا کلام کو ترتیب

دے کر شعرا کے مختصر حالات بھی لکھ دیے جائیں۔ اس طرح کتاب ''گل رعنا'' وجود میں آئی۔ (۱۵)

''گل رعنا'' کے مصنف نے بیسوی صدی کی ابتدا کے چند شعرا کو بھی شامل کیا ہے۔ انھوں نے ''آب حیات'' پر جا بجا تنقید کی ہے اور ''گل رعنا'' میں ان غلطیوں سے اجتناب کیا ہے جو ''آب حیات'' کے مصنف نے کی ہیں۔ مگر ''گل رعنا'' کو وہ درجہ حاصل نہ ہو سکا جو ''آب حیات'' کو حاصل ہوا۔ ''گل رعنا'' کے متعلق عبدالشکور کی رائے یہ ہے کہ یہ قدیم طرز کا ایک تذکرہ ہے جس میں تنقید کا حصہ بہت کمزور اور ناقص ہے۔ حکیم صاحب نے اس کتاب میں آب حیات کی غلطیوں اور فروگزاشتوں کو پیش کیا ہے لیکن یہ دیکھ کر حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی کہ حکیم صاحب نے سب سے زیادہ ''آب حیات'' ہی سے استفادہ کیا ہے۔ (۱۶)

''آب حیات'' کی طرح ''گل رعنا'' میں بھی جا بجا تاریخی غلطیاں ہیں۔ شاعروں کے حالات بیان کرنے میں مولوی عبدالحئی نے اپنی پسند ناپسند کا خیال رکھا ہے اور تحقیقی نقطۂ نظر کو نظر انداز کیا ہے۔ انہوں نے کئی اہم شاعروں کو نظر انداز کیا یا پھر ان کو حاشیے میں جگہ دی۔ مصنف نے دوسرے لوگوں کی رائے کو پیش کیا اور اپنا نقطۂ نظر بہت کم بیان کیا۔ اس لحاظ سے ''گل رعنا'' میں تنقید کا عنصر بہت کم ہے۔ ڈاکٹر انور سدید کے مطابق مولوی صاحب نے شعرا کے تاریخی حالات کی تدوین میں بہت محنت کی ہے لیکن ان کے متعین کردہ ادوار اور موضوعات کی تقسیم غیر موزوں ہے۔ انہوں نے تنقیدی نقطۂ نظر سے شعرا کے منفرد اوصاف دریافت کرنے کی کاوش بھی نہیں کی۔ اس کی وجہ سے یہ کتاب تذکروں کی طرح تشنہ اور نامکمل نظر آتی ہے۔ (۱۷) یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ۱۹۲۱ء تک کوئی مستند ادبی تاریخ سامنے نہ آئی۔

شبلی نعمانی نے فارسی شاعری کی تاریخ ''شعرالعجم'' کے نام سے لکھی۔ ''شعرالعجم'' میں انھوں نے اشعار کا جو انتخاب پیش کیا وہ بھی لاجواب ہے۔ ناقدین نے ''شعرالعجم'' کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا مگر اس کے باوجود ''شعرالعجم'' کا کوئی نعم البدل پیدا نہ ہو سکا۔ مولانا عبدالسلام ندوی مولانا شبلی نعمانی کے شاگرد تھے۔ انہوں نے جب اردو شاعری کی تاریخ لکھنے کا فیصلہ کیا تو سب سے پہلے ان کی نظر پہلے سے لکھی جانے والی فارسی شاعری کی تاریخ پر پڑی تو انھوں نے فوراً اپنے استاد کی تصنیف ''شعرالعجم'' کے وزن پر اپنی کتاب کا نام ''شعرالہند'' رکھ لیا۔ عبدالشکور کے مطابق ''شعرالعجم''، ''گل رعنا'' اور ''شعرالہند'' کی وجہ وجود ہے۔ عبدالسلام نے تو یہ ستم کیا کہ اپنی کتاب کا نام بھی ''شعرالعجم'' کے اتباع میں ''شعرالہند'' رکھا حالانکہ ان کے ہاں سوائے اردو کے ہندوستان کی کسی اور زبان کی شاعری کا حوالہ تک موجود نہیں۔ (۱۸)

''شعرالہند'' دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کی پہلی جلد ۱۹۲۵ء اور دوسری ۱۹۲۶ء میں شائع ہوئی۔ ''شعرالہند'' کا خاکہ تیار کرتے وقت مولانا عبدالسلام ندوی نے احتیاط سے کام نہیں لیا۔ انہوں نے صرف چار ابواب بنا کر ساری بحث کو سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔ اس کی بجائے اگر وہ ہر اہم موضوع کو

باب کا درجہ دیتے تو زیادہ بہتر طریقے پر اپنی بات واضح کر سکتے تھے۔ مولانا عبدالسلام ندوی نے ''شعر الہند'' کی تالیف میں ''آب حیات''، ''گل رعنا''، ''مقدمہ شعر وشاعری''، ''موازنہ انیس و دبیر'' اور ''کاشف الحقائق'' سے استفادہ کیا۔ ''شعر الہند'' میں شاعروں کی بجائے شاعری پر بھرپور تبصرہ کیا ہے جو اسے دوسری کتابوں سے انفرادیت کا درجہ دلاتا ہے۔ جو مباحث دوسری کتابوں میں بکھرے ہوئے تھے۔ انھوں نے انھیں ''شعر الہند'' میں یکجا کرنے کی کوشش کی۔

''شعر الہند'' کی جلد اوّل میں مصنف نے ١١ صفحوں پر مشتمل ایک دیباچہ دیا ہے جس میں انھوں نے قدیم تذکروں کی ایک فہرست دی ہے۔ مولانا عبدالسلام ندوی کے مطابق یہ فہرست گارساں دتاسی نے اپنے تذکرے میں دی ہے۔ محققین کی تحقیق کے مطابق گارساں دتاسی نے کوئی تذکرہ نہیں لکھا بلکہ اردو تذکروں اور انتخابات کی تفصیل ایک خطبے میں دی جو بعد میں کتابی صورت میں شائع ہوا۔ یہ کتاب تذکروں کا تذکرہ ہے۔ تذکروں کی اس فہرست میں جو غلطیاں تھیں مولانا عبدالسلام ندوی نے ان کو جوں کا توں ''شعر الہند'' میں شامل کر دیا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں:

> ''سچ تو یہ ہے کہ دتاسی نے کوئی تذکرہ نہیں لکھا، اس نے ١٨٥٤ء کے خطبے میں اردو تذکروں اور انتخابات کی تفصیل دی۔ بعد میں اسی کو ''ہندوستانی زبان کے مصنفین کا تذکرہ'' کے نام سے کتابی شکل میں چھاپا۔ مولوی ذکاءاللہ نے اس کا اردو ترجمہ کر کے ١٨٥٦ء میں شائع کیا۔ محفوظ الحق کو اس ترجمے کا علم نہ ہوگا۔ انھوں نے اس کا علیحدہ سے ترجمہ کیا جس سے عبدالسلام نے استفادہ کیا۔ دتاسی کے رسالے میں جو تسامحات ہیں، وہ ''شعر الہند'' میں بھی در آگئے ہیں۔ عبدالسلام نے تذکروں کی فہرست نہ زمانی حیثیت سے دی ہے نہ تذکرے یا مصنفوں کے ناموں کی ہجائی ترتیب سے۔'' (١٩)

عبدالسلام ندوی نے ''شعر الہند'' کے مقدمہ میں تذکروں کی جو فہرست دی ہے اس میں شامل کئی تذکرے دیکھنے میں نہیں آئے۔ کچھ تذکروں کے مصنفین کے نام غلط ہیں اور کسی جگہ تذکرہ کا نام غلط لکھا گیا ہے۔ ''شعر الہند'' کے مقدمہ میں تذکروں کی فہرست کا آغاز تذکرہ 'عیار الشعرا' سے ہوتا ہے۔ اس میں ''گلزار مضامین'' کے نام سے بھی ایک تذکرہ شامل ہے جو چپش کا مجموعہ کلام ہے۔ تذکروں کی فہرست میں ''روضۃ الشعرا'' بھی شامل ہے، اس کے لکھنے والے محمد حسین کلیم دہلوی ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں:

> ''اس میں اردو شعرا کا حال نظم میں لکھا گیا ہے۔ نیز میر نے ''نکات الشعرا'' میں کلیم کے احوال میں اس کا ذکر کیا ہے اور اس کا ایک شعر بھی دیا ہے۔۔۔ ڈاکٹر محمود الٰہی کے مرتبہ ''نکات الشعرا'' میں کلیم کے حالات میں ''روضۃ الشعرا'' کا

کوئی ذکر نہیں۔ عبدالسلام کے بیان سے ایسا لگتا ہے جیسے یہ کوئی منظوم ''تذکرۂ شعرا'' ہو۔ دراصل یہ ایک قصیدہ نما طویل نظم ہے جس میں شاعروں کا ذکر ہے۔ اسے تذکرہ نہیں کہہ سکتے۔''(۲۰)

''شعر الہند'' میں دی گئی تذکروں کی فہرست میں ''طبقات الشعرا'' تذکرہ کا نام ہے اور مصنف کا نام مولوی کریم الدین لکھا ہے، کیفیت کے خانے میں مولانا عبدالسلام ندوی لکھتے ہیں کہ یہ تذکرہ ۱۸۴۸ء میں بمقام دلی چھپا۔ اس میں لکھا ہے کہ یہ ڈی ٹاسی کی کتاب ''تاریخ ہندی و ہندوستانی لٹریچر'' کا ترجمہ ہے، لیکن درحقیقت یہ اس سے علیحدہ اور مستقل کتاب ہے، مسٹر ایف فلن انسپکٹر تعلیمات عامہ بہار نے ڈی ٹاسی کی کتاب کا مواد اس مصنف کو دیا تھا اور اسی پر اس نے یہ عمارت کھڑی کی۔(۲۱)

''شعر الہند'' کے بارے میں ناقدین کلی طور پر متفق نہیں ہیں کہ یہ تذکرہ ہے یا ادبی تاریخ ہے۔ اس کا وجود اردو شاعری کے بعد کے لکھے جانے والے تذکروں یا ادبی تاریخوں کیلئے خضرِ راہ ثابت ہوا۔ ''شعر الہند'' اپنی خوبیوں اور خامیوں سمیت بہت پسند کی گئی۔ اردو شاعری کی تاریخ ہونے کے سبب اس کا اپنا ایک مقام ہے۔

حوالہ جات

۱۔ گیان چند، ڈاکٹر، اردو کی ادبی تاریخیں، کراچی: انجمن ترقی اردو، ۲۰۰۰ء، ص: ۱۰۳

۲۔ احسن فاروقی، ڈاکٹر، اردو میں تنقید، لاہور: مکتبہ عالیہ، ۱۹۸٦ء، ص: ۱۴

۳۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، مرتبہ: تذکروں کا تذکرہ نمبر، مشمولہ: نگار، سال نامہ، کراچی: ۳۲ گارڈن مارکیٹ، مئی ۱۹٦۴ء، ص: ۴۰

۴۔ عبداللہ، سید، ڈاکٹر، شعرائے اردو کے تذکرے اور تذکرہ نگاری کا فن، لاہور: مکتبہ خیابان ادب، ۱۹٦۸ء، ص: ۱

۵۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر، اردو تنقید کا ارتقاء، کراچی: انجمن ترقی (پاکستان)، ۱۹۹۴ء، ص: ۱۰۵

٦۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری، لاہور: مجلس ترقی ادب، نومبر ۱۹۷۲ء، ص: ۷۹۔۷۸

۷۔ کلیم الدین احمد، اردو تنقید پر ایک نظر، پٹنہ: لک امپوریم سبزی باغ، ۱۹۸۳ء، ص: ۳۱

۸۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر، اردو تنقید کا ارتقاء، ص: ۱۲٦

۹۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ اردو ادب جلد اول، لاہور: مجلس ترقی ادب، پیش لفظ، ز

۱۰۔ گیان چند، ڈاکٹر، اردو کی ادبی تاریخیں، ص: ۲۱

۱۱۔ سجاد، سید، مرتبہ: آبِ حیات کا تنقیدی مطالعہ، لاہور: نئی مطبوعات، س ن، ص: ۸۲

۱۲۔ احسن فاروقی، ڈاکٹر، اردو میں تنقید، ص: ۲۷

۱۳۔ انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر تاریخ، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۱ء، ص: ۲۷۲

۱۴۔ عابد، عابد علی، سید، اصول انتقاد ادبیات، لاہور: مجلس ترقی ادب، کلب روڈ، ۱۹۶۶ء، ص:۲۵۳

۱۵۔ گیان چند، ڈاکٹر، اردو کی ادبی تاریخیں، ص۱۰۴۔۱۰۳

۱۶۔ عبدالشکور، اردو ادب کا تنقیدی سرمایہ، لاہور: مکتبہ فانوس، ۱۹۹۵ء، ص:۱۰۹

۱۷۔ انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر تاریخ، ص:۴۱۶

۱۸۔ عبدالشکور، اردو ادب کا تنقیدی سرمایہ، ص:۱۱۰

۱۹۔ گیان چند، ڈاکٹر، اردو کی ادبی تاریخیں، ص:۱۱۵

۲۰۔ ایضاً، ص:۱۱۶۔۱۱۵

۲۱۔ عبدالسلام ندوی، مولانا، شعرالہند، جلد اوّل، اعظم گڑھ: مطبع معارف، س ن، ص:۷

☆......☆......☆